بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جن لوگوں کو گذشتہ تین برسوں میں رسالہ طلوعِ اسلام دہلی کے مطالعہ کا مسلسل موقع ملا ہے انھیں اس بات کا علم ہوگا کہ اس رسالہ میں وقتاً فوقتاً حدیث کے متعلق متعدد عنوانات کے ماتحت ایسے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ احادیث کو دین کی تاریخ تو کہا جا سکتا ہے مگر وہ خود دین نہیں ہیں۔ اور اس بنا پر تشریع احکام واستنباط مسائل میں ان کو کوئی دخل نہیں۔ ان مضامین کے علاوہ اکثر تبہ صحیح بخاری سے چن چن کر ایسی روایات بھی مع اردو ترجمہ کے شائع کی گئی تھی جن کی ظاہری سطح ناواقف لوگوں کے لئے حدیث سے نفرت کا سبب ہو سکتی تھی۔ اس اثنا میں ندوۃ المصنفین کی طرف سے ایک کتاب فہم قرآن شائع ہوئی جس میں منکرین حدیث کے اعتراضات کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے تھے اور حدیث کی تشریعی حیثیت کو ناقابل تردید دلائل وبراہین سے ثابت کیا گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے یہ کتاب بہت سے ایسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنی جن کے دلوں میں طلوعِ اسلام کے مضامین پڑھکر حدیث کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو گئے تھے۔ اب ہمیں یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ پرویز صاحب جو طلوعِ اسلام کے اس سلسلہ مضامین کے سرگرم علمبردار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کتاب کے مباحث سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ طلوع اسلام کی اشاعتِ جون میں "حدیث کے متعلق میرا مسلک" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے اس میں متعدد باتیں پرویز صاحب کے قلم سے ایسی نکل گئی ہیں جو ان کے اس شعوری یا غیر شعوری تاثر کی پردہ دری کرتی ہیں۔ مثلاً اس مضمون میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں۔

"میرے علم میں ایسے لوگ ہیں جو اس سے پیشتر (باہ بخدا) صحیح بخاری کو خرافات کا مجموعہ کہا کرتے تھے اور اس

میں سے چن چن کر روایات نکالکر (خاکم بدہن) ان پر بازاری استہزاء کیا کرتے تھے۔" خیال فرمایئے بخاری کو صحیح لکھنا اور اس سے استہزار کرنے پر "پناہ بخداء اور" خاکم بدہن" کے الفاظ لکھنا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اب خود پرویز صاحب کو اپنے گذشتہ مضامین کی غلطی محسوس ہونے لگی ہے مگر چونکہ ابھی ان میں علی الاعلان اپنی غلطی کے اعتراف کی جرأت پیدا نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ ایسی باتیں لکھ رہے ہیں جن سے ان کے اضطراب درونی اور کشمکش باطنی کا ثبوت ملتا ہے۔ یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قارئین طلوعِ اسلام کے احتجاج سے خائف ہو کر اب ان کو حدیث کے متعلق اپنے مسلک کے بارہ میں عمداً ایک قسم کے مغالطہ میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔

طلوعِ اسلام کی اسی اشاعت میں اس بات کا بھی دعوی کیا گیا ہے کہ فہم قرآن کا مصنف حدیث کے بارہ میں طلوعِ اسلام کا ہم خیال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ قضیہ درست ہے تو منطق کے قاعدہ کے مطابق اس کا عکس مستوی بھی درست ہوگا یعنی یہ کہ ارباب طلوعِ اسلام حدیث کے بارہ میں فہم قرآن کے مصنف کے ہم خیال ہیں۔ چلئے ہمارا اور آپ کا فیصلہ اسی پر رہا آپ اس کا اعلان کر دیجئے۔ پھر لوگ خود بخود دیکھ لینگے کہ فہم قرآن میں کیا ہے؟ اور اس سے حدیث کے متعلق کیا ثابت ہوتا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ طلوعِ اسلام میں اب تک جو مضامین شائع ہوتے رہے ہیں ان میں بار بار اس بات کا اعادہ بڑے شدومد کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے کہ احادیث کو دینی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن مذکورۂ بالا مضمون میں پرویز صاحب نے اپنے مسلک کی توضیح جس انداز میں کی ہے اس سے لازمی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ احادیث کو دینی اور حجت شرعی ہونے کی حیثیت حاصل ہے چنانچہ ایک طرف تو وہ فرقۂ چکڑالویہ کی مذمت اس طرح کرتے ہیں۔

"مسلمانوں کے ایک فرقہ نے جسے منکرین حدیث یا چکڑالوی کہا جاتا ہے رسول کے منصب کی تعیین میں بہت بڑی غلطی کھائی ہے۔ ان کے نزدیک منصبِ رسالت صرف پیغام کا پہنچانا ہے اور بس!

یعنی ان کے عقیدہ کی رو سے رسول کی حیثیت (معاذ اللہ) ایک چٹھی رساں کی سی ہے جس کا فریضہ چٹھی کو مکتوب الیہ کو پہنچا دینا ہے "

اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"دین سے مقصود چند نظری معتقدات کو انفرادی طور پر مان لینا ہی نہیں بلکہ اس سے مفہوم یہ ہے کہ خدا کے ضابطۂ قوانین کو عملی طور پر دنیا میں نافذ اور رائج کیا جائے۔ اسی کا نام حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔ رسول کا کام ابلاغِ رسالت کے بعد حکومتِ الٰہیہ کا قیام بھی ہے۔ وہ سب سے پہلے دین کو عملی شکل میں رائج کرتے ہیں اور یوں دنیا کو محسوس طور پر بتاتے ہیں کہ دین سے منشاءِ خداوندی کیا ہے؟ اس کا نام منصبِ امامت ہے۔ یعنی رسول اس امامت کبریٰ کی رو سے ملت کا مرکز اولین ہوتا ہے اس مرکز کے حکم کی اطاعت خدا کے حکم کی اطاعت ہوتی ہے اسی کا نام خدا اور رسول کی اطاعت ہے؟"

اس عبارت کے پیشِ نظر پرویز صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ رسول کا کام صرف " ابلاغِ رسالت" نہیں بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ " دین کو عملی شکل میں رائج کر کے دنیا کو محسوس طور پر یہ بتا دے کہ دین سے منشاءِ خداوندی کیا ہے؟ پھر اس طرح جب رسول دین کو عملی شکل میں رائج کر کے منشاءِ خداوندی بتا دیگا تو اب اس کی اطاعت ہر مسلمان پر خدا کے حکم کی اطاعت کی طرح واجب ہو گی"۔ اس نتیجہ پر پہنچ جانے کے بعد طبعی طور پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) رسول کی "عملی تشریحات" سے مراد کیا ہے؟ آیا صرف وہ اعمال مراد ہیں جو رسول اللہ نے کر کے دکھائے ہیں۔ مثلاً قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ آپ نے خود نماز پڑھ کر بتا دیا کہ قرآن میں جس نماز کا حکم ہے وہ اس طرح پڑھی جاتی ہے۔ یا اس سے مراد وہ تشریحات ہیں جو قولاً یا عملاً آپ سے منقول ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے کہ زکوٰۃ دو، آنحضرت نے اپنے ارشادِ گرامی سے بتا دیا کہ زکوٰۃ کب اور کتنی واجب ہوتی ہے؟

(۲) رسول دین کو عملی شکل میں رائج کرکے جس منشاءِ خداوندی کا اظہار کرتا ہے وہ صرف رسول کی زندگی تک ہی واجب العمل ہوتا ہے یا اس کے بعد بھی اس کی حیثیت وہی رہتی ہے جو رسول کی زندگی میں تھی۔

(۳) رسول کا خدا کے ضابطۂ قوانین کو عملی طور پر دنیا میں نافذ کرکے منشاءِ خداوندی کو ظاہر کرنا رسول کی کس حیثیت پر مبنی ہے؟ آیا محض اس بات پر مبنی ہے کہ رسول مسلمانوں کا حاکم اعلیٰ ہے اور وہ اپنے ہاتھ میں اسلامی قوانین کو نافذ کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا اس کا انحصار اس پر ہے کہ وہ خدا کا رسول اور اس کا ترجمانِ حقیقی ہے اسلام کا شارع ہے اور اس کا نطق ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ کی صفت گرامی سے متصف ہے۔

(۴) رسول خدا کے ضابطۂ قوانین کو دنیا میں رائج کرکے جس منشاءِ خداوندی کا اظہار کرتا ہے تو ہمارے پاس رسول کی اس عملی تشریحات کو معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ اور وہ ذریعہ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں؟

اصولی طور پر یہی چار سوالات ہیں جو پرویز صاحب کے مضمون کی مذکورۂ بالا عبارت کو پڑھنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور اگر سخن پروری، بیجا ضد اور کج بحثی سے الگ ہو کر سنجیدگی کے ساتھ ان سوالوں کے جوابات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو قوی توقع ہے کہ مسئلہ زیر بحث کا فیصلہ از خود ہو جائیگا۔ اب ہم ان چاروں سوالوں کے جوابات لکھتے ہیں۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ کی "عملی تشریحات" سے مراد صرف آپکے اعمال و افعال نہیں ہو سکتے بلکہ اس لفظ کے مفہوم میں آپ کے اعمال و اقوال سب داخل ہیں کیونکہ جس طرح آپ نے نماز پڑھکر قرآن کے حکم صلوٰۃ کی تشریح کی ہے۔ اسی طرح آپ نے زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار وغیرہ کی تعیین فرما کر قرآن مجید کے حکم و اٰتوا الزکوٰۃ کی بھی تشریح فرمائی ہے۔ پھر ایک کو دین کہنا اور دوسرے کو دین نہ ماننا کیونکر درست ہو سکتا ہے علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر رسول کی "عملی تشریحات" سے صرف آپکے اعمال و افعال مراد لیے جائیں تو قرآن کے ضابطۂ قوانین کا ایک بڑا حصہ بغیر تشریح کے رہجاتا ہے۔ اور جب خود رسول کے اقوال ہی اس کی تشریح کرکے مسلمانوں کے لیے واجب العمل قرار نہ پا سکے تو پھر کسی اور شخص کا قول یا عمل کسی دوسرے کے لیے کس طرح

واجب العمل اور حجت دینی بن سکتا ہے۔

دوسرے سوال کے جواب میں یہ یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ رسول اللہ کی عملی تشریحات صرف آپ کی زندگی تک کے لئے حجتِ دینی اور مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت تھیں۔ ورنہ اس کے معنیٰ تو یہ ہونگے کہ قرآن ایک ایسا ضابطۂ قوانین ہے جس کی تشریحات ہر زمانہ اور ہر قرن میں بلکہ ہر ایک نئے خلیفۂ اسلام کے عہدِ خلافت میں بدلتی رہتی ہیں۔ حالانکہ ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اس حقیقت سے باخبر ہے کہ جب قرآن کا ضابطۂ قوانین ہمیشہ تک کے لئے واجب العمل ہے تو اس کی تشریحات جو رسول اللہؐ سے منقول ہیں وہ بھی ہمیشہ تک کے لئے واجب العمل ہوں گی۔ پھر رسول اللہؐ کے بعد کوئی صحابی، تابعی، عالم اور محدث یا بہ قول پرویز صاحب کوئی مرکزِ ملت یعنی خلیفۂ وقت قرآن سے کوئی حکم مستنبط کرے گا تو اُسے لامحالہ رسول اللہؐ کی تشریح کی روشنی میں ہی استنباط کرنا پڑیگا۔ کوئی شخص رسول اللہؐ کی تشریحات کو واجب العمل ہی نہیں سمجھتا تو یہ دوسری بات ہے لیکن اگر آپ کی عملی تشریحات کا دین ہونا اور اس بنا پر واجب العمل ہونا مسلم ہے تو پھر ضروری ہے کہ قرآن کے احکام کی طرح رسول کی عملی تشریحات کو بھی ہر زمانہ میں واجب العمل سمجھا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ کسی قانونی دفعہ کی جو تشریح ہائی کورٹ کا ایک چیف جسٹس اپنے فیصلہ سے کر دیتا ہے وہ اس وقت تک کے لئے ایک نظیر بن جاتی ہے جب تک کہ وہ دفعہ قانوناً باقی رہتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ تشریح صرف اس چیف جسٹس کے چیف جسٹس ہونے تک کے لئے قابلِ عمل اور لائق پذیرائی ہو۔ یہ چیف جسٹس مر جاتا ہے اور اس کی موت کے سینکڑوں برس بعد بھی دوسرے جج اور حکام اُسی نظیر کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات جس طرح آپ کی زندگی میں ہر مسلمان کے لئے واجب الاطاعت تھیں ٹھیک اسی طرح وہ آج بھی ہر ایک کلمہ گو کے لئے واجب العمل ہیں۔ کیونکہ آپ جس طرح مرکزِ ملت پہلے تھے اب بھی ہیں۔ اور جس طرح آپ رسول پہلے تھے اب بھی اسی طرح رسول ہیں۔ وہی قرآن ہے اور وہی رسول پھر

اس کے کیا معنی کہ ایک زمانہ میں آپ کی تشریحات دین اور حجت ہوں اور دوسرے زمانہ میں نہ ہوں۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی "عملی تشریحات" کے ذریعہ منشار خداوندی کا ظاہر کرنا اس پر مبنی نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ میں احکام خداوندی کو نافذ کرنے کی طاقت تھی، بلکہ اس کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ آپ رسول برحق تھے۔ اور جو کچھ فرماتے تھے خدا کے حکم سے اور اس کی منشار کے مطابق فرماتے تھے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تقنین یعنی قانون بنانا اور قانون نافذ کرنا دو الگ چیزیں ہیں۔ ممبران اسمبلی قانون بناتے ہیں مگر قانون کو نافذ نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضابطۂ قوانین قرآنی کی جو تشریحات کی ہیں وہ بحیثیت شارع و مقنن اسلام ہونے کے کی ہیں، نہ اس حیثیت سے کہ آپ دنیا میں ان قوانین کو نافذ کرنے کی سیاسی طاقت بھی رکھتے تھے۔ آپ کی "عملی تشریحات" جس طرح مکہ کی زندگی میں جبکہ آپ کو سیاسی طاقت حاصل نہیں تھی، مسلمانوں کے لئے دین تھیں اسی طرح مدینہ کی زندگی میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد آپ نے جو عملی تشریحات کیں وہ بھی دین ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں رسول کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے اور غالباً یہیں سے پرویز صاحب کو یہ خیال ہوا ہے کہ رسول کی اطاعت بحیثیت صاحب امر ہونے کے واجب ہے لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ رسول کے متعلق قرآن کا حکم ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا — تم کو جو کچھ رسول دیں تم اس کو لے لو اور جس سے وہ تم کو روکیں تم اس سے رک جاؤ۔

ظاہر ہے کہ یہ حکم صرف رسول کے ساتھ مختص ہے۔ کسی اور حاکم یا خلیفۂ وقت کو اس طرح کی آمریت مطلقہ کا کوئی حق نہیں ہے پس یہ امر بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ضابطۂ قوانین کی جو تشریحات اپنے عمل یا قول کے ذریعہ کی ہیں وہ محض اپنے رسول ہونے کی حیثیت سے کی ہیں

اور اس بنا پر وہ قرآن اور ہر زمانہ میں خواہ مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو یا نہ ہو۔ بہر حال دین ہیں اور واجب العمل ہیں۔

اب رہا چوتھا سوال یعنی یہ کہ رسول اللہؐ کی عملی تشریحات جب مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہیں تو آیا ان کے معلوم کرنے کا کوئی قابلِ اعتماد ذریعہ موجود بھی ہے یا نہیں؟ پرویز صاحب چونکہ اپنے زیرِ بحث مقالہ کے مطابق آنحضرتؐ کی تشریحات کو دین مانتے ہیں اس بنا پر لامحالہ کہنا پڑیگا کہ ہاں ہمارے پاس ان تشریحات کے علم کا ایک معتمد ذریعہ موجود ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی اس سے بڑھکر اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک چیز کو دین کا اہم حصہ کہتے ہیں اور اس کے باوجود وہ نہیں بتا سکتے کہ وہ حصہ ہے کیا؟ اس بنا پر یقیناً احادیث پر اعتماد کرنا ہوگا۔ اور احادیث کی چھان بین اور ان کی تصحیح و تعلیل میں علماء اسلام نے جو جد و جہد کی ہے اس کے پیشِ نظر احادیث کے مجموعوں کے علاوہ کوئی اور ایسا ذریعہ موجود بھی نہیں ہے جو ان مجموعوں سے زیادہ رسول اللہؐ کی تشریحات کے علم کا قابلِ اعتماد ذریعہ ہو۔ آپ کو حق ہے کہ اصولِ روایت و درایت کی روشنی میں کسی روایت پر کلام کرکے اس کو ناقابلِ استناد قرار دیدیں۔ لیکن ایک مرتبہ جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ روایت صحیح ہے اور اس سے رسول اللہؐ کی عملی تشریح کا جو علم حاصل ہو رہا ہے وہ درست ہے تو پھر آپ کو لامحالہ اسے دین ماننا پڑیگا۔ اور تشریع احکام میں اس سے مدد لینا ناگزیر ہوگا۔ ورنہ رسول کی عملی تشریحات کو دین ماننا اور ساتھ ہی یہ دعوٰی کرنا کہ حدیث کی حیثیت دینی تاریخ کی ہے۔ دین کی نہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آپ رسول اللہؐ کی عملی تشریحات کو سرے سے دین ہی نہیں مانتے۔

پرویز صاحب کی عبارت مذکورۃ الصدر سے جو چار سوال پیدا ہوتے تھے ان کا جواب معلوم کر لینے کے بعد منطقی طور پر جو نتائج برآمد ہوتے ہیں اُن کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

(۱) رسول اللہؐ کی عملی تشریحات سے مراد آپ کے تمام اقوال و افعال ہیں۔

(۲) یہ اقوال وافعال جس طرح آپ کی زندگی میں واجب الاطاعۃ تھے اسی طرح آج بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

(۳) ان تشریحات کے واجب الاطاعت ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ رسول اللہ کی تشریحات ہیں، اس میں آپ کی سیاسی قوتِ تنفیذ وتمکن فی الارض کو دخل نہیں ہے۔

(۴) ان تشریحات کو معلوم کرنے کا واحد ذریعہ احادیث وروایات ہیں اس بنا پر لامحالہ بحیثیتِ مجموعی ان پر اعتماد کرنا ہوگا۔

اب اگر پرویز صاحب نے واقعی دیانت اور ایمانداری سے یہ لکھا ہے کہ رسول ضابطہ قوانین الٰہی کو عملی شکل میں رائج کرکے خدا کا منشا ظاہر کرتا ہے اور وہ واجب الاطاعت ہوتا ہے" تو کیا ہم امید کریں کہ پرویز صاحب مذکورہ بالا چار تنقیحات کو بھی صحیح تسلیم کریں گے۔ کیونکہ مندرجہ بالا اعتراف کے بعد اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار باقی ہی نہیں رہتا ہے۔ حق کی راہ تو صرف ایک ہی ہے اس کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا" فماذا بعد الحق الا الضلال۔

کلامِ عربی

کم فرصت شائقین عربی کے لئے یہ ایک بینظیر کتاب ہے۔ جو جدید تعلیمی اصول پر لکھی گئی ہو جس میں صرف ونحو کے ضروری قواعد ضروریات زندگی سے متعلق جملے اور مکالمے، قرآن شریف وحدیث شریف کے اقتباسات، مفید امثال واقوال، دلچسپ لطائف وحکایات، جدید طرز کے خطوط ورقعات اور تازہ ترین عربی اخبارات اور رسائل کے انتخابات بہترین ترتیب کے ساتھ اسباق کی صورت میں جمع کردیئے گئے ہیں۔ تمام کتاب با اعراب با ترجمہ ہے کتاب کے ساتھ ڈیڑھ ہزار ضروری الفاظ کی ایک اردو سے عربی ڈکشنری اور ۱۳۵ جدید عربی الفاظ کی دوسری عربی سے اردو ڈکشنری بھی شامل ہے۔ عام شائقین عربی کے علاوہ مدارس عربی کے طلبا بھی جدید عربی سے واقفیت و ترجمہ گفتگو کی مشق کے لئے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

مشاہیر علمائے ہند

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی حضرت علامہ حسین احمد مدنی، حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی حضرت مولنا محمد طیب دیوبندی وغیرہم نے کتاب کے متعلق بہترین آرا کا اظہار فرمایا ہے۔

کتابت وطباعت عمدہ تقطیع متوسط حصہ اول ۲۰۰ صفحات قیمت (۱/)

حصہ دوم ۱۱۲ صفحات قیمت بارہ آنے (۱۲/)

مکتبہ "برہان" قرول باغ - دہلی